ابوالعلا محمد اسمٰعیل گودھروی

تفسیر القاء الرحمٰن

ترجمہ

تفسیر الہام الرحمٰن

آٹھویں قسط

دورِ امرِ رابع جس کی طرف آیت ۶۳ ۶۴ میں اشارہ ہے

قولہٗ تعالیٰ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا
فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ
اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْکُرُوْا مَا
فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۶۳
ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ
فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ
لَکُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۶۴

خدا کا فرمان :

اور اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم سے توراۃ کی تعمیل کا اقرار لیا اور طور پہاڑ کو اٹھا کر تمھارے اوپر لٹکا دیا اور فرمایا کہ یہ کتاب توراۃ جو ہم نے تم کو دی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کو یاد رکھو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم بڑے گھاٹے میں آگئے ہوتے۔

اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ایسا قانون عطا کیا جو تمام امتوں کو گھیرے اور سمیٹے ہوئے ہے جس کے ذریعہ ان کو اجتماع عالمی حاصل ہو جائے۔ اور اسی لئے ان کو کہا گیا۔

خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ — اور فرمایا یہ کتاب تورات جو ہم نے تم کو دی اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کو یاد رکھو۔

یعنی جب استنباط کرکے اس پر تم نے عمل کیا کیونکہ دوسری امتیں بھی تمھارے اجماع میں داخل ہونے کی راہ پاتی ہیں اور یہ قانون ان کو بھی لاگو پڑتا ہے ایسی اس میں گنجائش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں ان سے عہد و میثاق لیا کہ کوہ طور کو ان پر لا کھڑا کر دیا مفسرین نے رفع طور کے متعلق اختلاف کیا ہے اور ہم اس قسم کی باتوں کی طرف التفات نہیں کرتے لیکن عام طلبہ کو بسا اوقات ان مشکلات کے حل میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ اس لئے ہم نے اس بارے میں اپنا ایک خاص نظریہ بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ پہاڑ کا ایک بڑا پتھر ظُلَّہ یعنی سایہ کی طرح تھا۔ اور اس وقت یہ لوگ پہاڑ کے قریب تھے۔ پہاڑ سے نیچے سے گذرنے والا خیال کرتا تھا کہ یہ پتھر ان پر اب گرتا ہے۔

جو شخص پہاڑی آبادیوں سے واقف ہیں مثلاً حجاز وغیرہ کہ ان میں بڑے بڑے پتھر پہاڑ کے دامن میں پہاڑ سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے وہ ظلہ اور پہاڑ سے الگ ہے کوئی چیز ایسی نہیں جو پھر اسے قائم اور ثابت رکھ سکے۔ تو یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے مقام میں ٹھہرایا ہو جہاں اس قسم کے پتھر موجود ہوں اور ان سے کہا ہو،

خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ — جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس کو تم مضبوطی سے پکڑے رہو۔

ورنہ یہ پتھر تم پر آکر گرے گا جس سے تم تمام کے تمام ہلاک ہو جاؤ گے ـــ اور یہ ایک تصویری مفہوم ہے کہ ان لوگوں نے اگر دین کو ترک کر دیا تو سب کے سب مر جائیں گے اور دین ان کے لئے حیاۃ و زندگی کا سبب ہے اور اس دین میں انسانیت پر عام ہونے کی صلاحیت موجود ہے جیسا کہ آیت سابقہ میں اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ — اور جو شخص اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لایا اور عمل صالح کئے تو اس کے لئے ان کے پروردگار

عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۶۲ — کے یہاں بڑا اجر ہے ۔

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان !

ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَلَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَكُنۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۶۴

پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو پھر اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم بڑے گھاٹے میں آ گئے ہوتے ۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل نے اس درجہ کی بھی تکمیل نہیں کی ۔ جو عمومی دین ہوا کرتا ہے اس کے قانون بقدر حاجت و ضرورت ہوا کرتے ہیں جب کوئی امت و ملت اس کے اندر داخل ہوتی ہے تو اس میں ذکی عقلمند لوگ ہوتے ہیں اصل دین فقہی نظر کرتے ہیں ۔ اس کے بعد وہ ملت کے لئے وہ قانون وضع کرکے ان کے سپرد کرتے ہیں ۔ تو وہ شخص جو قانون بناتا ہے اس کا نام فقیہہ رکھتے ہیں اور آج اس کا نام حکیم رکھتے ہیں اور شریعت کے اصل مقصد کی تعیین کے لئے واجب و ضروری ہے حکیم بیدار مغز اور شریعت سے اچھی طرح واقف و ماہر ہو پھر وہ جب دیکھتا ہے کہ جو اس نے وضع کیا اور بنایا ہے اس سے مقصد حاصل نہیں ہوتا تو اس کی اصلاح کرتا ہے اور ضرورت کے مطابق دوسرا قانون بناتا ہے آیت ۶۵ — ۶۶ میں اس کی طرف اشارہ ہے :

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان !

وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِيۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡكُمۡ فِى السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـِٕيۡنَ ۶۵ فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهَا وَمَا خَلۡفَهَا وَمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۶۶

اور ان لوگوں کے انجام کو تم جان چکے ہو جنھوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن کا ادب اٹھا دینے میں زیادتی کی تو ہم نے ان سے کہا بندر بن جاؤ دھتکارے جاؤ ۔ پس ہم نے اس واقعہ کو ان لوگوں کے لئے جو اس واقعہ کے وقت موجود تھے اور ان لوگوں کے لئے جو واقع کے بعد آنے والے تھے موجب عبرت بنایا اور پرہیز گاروں کے لئے عبرت و نصیحت ۔

تعدی سبت یعنی سینچر کے متعلق جب ان لوگوں نے زیادتی کی ان کو خدا نے انسانیت سے خارج کر دیا۔ اور حیوانیۃ میں داخل کر دیا۔ کیونکہ انسانیت اور حیوانیہ میں فرق اتباع قانون ہی ہوتا ہے کہ انسان قانون کا مقید اور پابند ہوتا ہے اور حیوان کسی قانون کی پابندی نہیں کرتا۔ جب ان لوگوں نے قانون ترک کر دیا تو یہ لوگ "قرد" یعنی بندر بن گئے کیونکہ جب انسان انسانیت سے نیچے گر رہے تو سب سے پہلے وہ ایسے حیوان سے مل جاتا ہے، اس کے قریب ہو۔ اور وہ "قرد" یعنی بندر ہے۔

اور یہ اس بارے میں ہمارا خاص مطالعہ ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ لوگ اس کی قدر کرتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ یہ کہ قانون انسان کے لئے اس وقت بنا کرتا ہے جب وہ اجتماع کے بعد انسان نام بن جاتا ہے۔ پس اگر کوئی آدمی اپنی جان کے لئے کوئی قانون بناتا ہے تو اس کو قانون نہیں کہیں گے بلکہ اس کا نام اخلاق ہوگا ــــ اور مرد و عورت کے درمیان جو معاہدہ زندگی ہوتا ہے جس کا نام ہم نے نکاح رکھا ہے یہ طبعی قانون ہے۔ اس معاہدے کی اساس و بنیاد قوت حیوانیہ پر ہے۔ جس کا نام وقاع، جماع یا ہمبستر ہے اور یہ خاص قسم کا وقاع اور جماع انسانیت کے لئے مخصوص ہے جو اس کے ہر دور زندگی میں اس کے ساتھ چلتا رہتا ہے اور وہ یہ کہ ایک عورت میں بہت سوں کا اشتراک نہ ہو دوسرے مردوں سے وہ متمتع نہ ہوسکے اور نکاح کامل انسان کے لئے مصدر قانون اجتماعی ہے جب ایک آدمی کی تخصیص ایک عورت سے باطل کر دیں اور وقاع و جماع، وطی و ہمبستری میں اشتراک جاری رکھیں تو جو حیوان اس کے مثل ہے وہ "خنزیر" یعنی سور ہے۔ اور جو حیوان کے مردوں سے متمتع ہو وہ "قرد" یعنی بندر ہے۔

ہم نے پست افتادہ گری ہوئی قوموں اور امتوں کو دیکھا ہے کہ جب انہوں نے صورت وقاع و جماع اور انسانی ہمبستری کو باطل کر دیا ان کو خدا نے "قرد" یعنی بندر، اور "خنزیر" یعنی سور بنا دیا اور اس لئے بنا دیا کہ انہوں نے صورت وقاع و جماع کی انسانیت کو باطل کر دیا تھا ــــ اور بعض افراد انسانی میں ان کے عصیان و نافرمانی کی وجہ سے سطرود و مردود حیوانوں کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں تاکہ یہ عبرت اور بصیرت کے لئے نشانی ہو اور ہمارے نزدیک یہ کوئی مستبعد امر نہیں ہے ــــ اور پھر اس کی قوت قانونیہ انسانی اجماع میں ایک مختفی امر

ہے اس کے لئے یہ بیداری کا موجب ثابت ہو ـــ یہاں آیت (۶۳-۶۴) کی تفسیر ختم ہوئی۔

۲- اور یہ کہ حظیرۃ القدس سے انسانی اتصال اور انسانیت کے معانی مقصودہ سمجھ سکیں۔ اور یہ اتصال حظیرۃ القدس۔ تجلی الٰہی کی صورت میں انسانی "حجر بحت" پر ہوتی ہے اور نزول تجلی کی تاثیر اس وقت سمجھ میں آتی ہے جب اس تجلی سے کوئی امر صادر ہوتا ہے اور ارادۂ حق کے مانند اور مطابق اس کا تاثر اور تاثیر ہوتی ہے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے۔

اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ — جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ اس کو کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔

احیاء موتیٰ خاص اللہ عزوجل کی صفت ہے جب تم کسی آدمی کی زبان سے کوئی کلمہ نکلتے دیکھو جس سے مردہ زندہ ہو گیا تو تم سمجھ لو کہ اس کے قلب پر تجلی الٰہی اتری ہے۔

انبیاء کرام چونکہ حظیرۃ القدس سے اتصال رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے ان کی زبان میں کلام کرتا ہے ان کے حواری اور اصحاب الٰہی آیات کو سمجھتے بھی ہیں۔ پھر وہ انبیاء کرام اور مرسلینؑ جو اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ اپنے حواریوں اور اصحاب میں ایسی قوت و تاثیر پیدا کر دیتے ہیں کہ قلب انسانی پر تجلی الٰہی نازل ہوئی ہو اگرچہ یہ احیا نا کبھی کبھی ہوا کرتا ہے۔ جب یہ لوگ ان آیات و نشانیوں کو دیکھتے ہیں انھیں یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے وہ اس قسم کے اعمال امر خداوندی کرتے چلے جاتے ہیں جو امتوں اور قوموں کے لئے نافع اور مفید ہوتے ہیں کرتے رہتے ہیں اور جب یہ قوت ان سے سلب کر لی جاتی ہے تو وہ سمجھنے لگتے ہیں قانون بلا معنی باقی اور موجود ہے پھر تو ان کی حالت عام مغفلین کی سی ہو جاتی ہے۔ جنھیں حظیرۃ القدس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا ہے یہ اور تمام مغفلین برابر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور یہ تمام اعمال حسنہ نتیجۂ اور ثمرۂ ہیں اس احسان کے جو تقویٰ کا ایک جزء ہے

ہم انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کا کلمہ پاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں۔

"اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو تم میری طرح مردوں کو زندہ کر سکتے تھے" (یہ جملہ یا اس کے مانند کوئی دوسرا جملہ کہا ہے)

اور مقصود یہ ہے کہ یہ انبیاء کرام اپنے اصحاب و حواریوں کو تکمیل پر پوری طرح قادر نہ تھے کہ ان کو حظیرۃ القدس سے قریب کر دیتے۔ اس سے ثابت ہوا وہ انسانیت کے لئے نعمت تامہ

نہیں لائے تھے۔ کیونکہ اکثر لوگوں کی تعلیم و تربیت ناقص رہی اور اس لئے انھوں نے اپنے انبیاء کی عبادۃ و پرستش شروع کردی اور ان کو اپنے جیسا بشر نہ سمجھا اگر وہ کامل ہوتے تو استعداد کے موافق پروردگار کو سمجھ لیتے اور انبیاء کرام کی اصل عظمت وجلالت کو سمجھ لیتے اور بشریت کے مرتبے سے ان کو آگے نہ بڑھاتے:

اس مقدمہ سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ قصہ بقرہ یعنی گائے کے قصہ کی تاویل پیش کریں جب صالح لوگوں کی ایک جماعت ایک نکتہ معینہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس جماعت میں تجلی الٰہی اتارنے کی قوۃ پیدا ہوجاتی ہے اور ایسا کرنا رجل کامل کے مقابلہ میں سہل وآسان ہے۔

شریعت استسقاء یعنی طلب باران کی شریعت کا تمہیں علم ہے یہ بارش نازل کرنے کا ایک قسم کا اتصال تجلی ہے کہ صالح لوگ جمع ہوں اور ایک نکتہ معینہ کی طرف متوجہ ہوں۔ اس سے پروردگار عالم ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان کی طرف اترتا ہے اور بارش کو حکم دیتا ہے کہ اب تو برس۔

ہم تجلی کا مسئلہ پوری تحقیق سے سمجھتے ہیں۔ اور ہم نے ہمارے محاورہ کی رو سے جو رائج ہے اس کو بلا کسی تردد اور جھجک کے پیش کردیا۔ لیکن تمام ادیان کے علماء تجلی کے معنی کی تحدید پر قادر نہیں ہیں اور ویسے ہی کلمۂ تجلی استعمال کرتے ہیں اور اپنے اپنے محاورہ کے مطابق اس پر حاشیے چڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کچھ صالح مسلمان استسقاء کے لئے جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے اور ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت لے کر ان کی طرف اترتا ہے۔ ان ہر دو عبارتوں میں تحقیق کی رُو سے کوئی اختلاف معنی نہیں ہیں۔

پس ہمارے نظریئے خاص کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کو انزال رحمت خداوندی کا طریقہ سکھائیں اگر کسی دن اس کے محتاج ہوں کہ رحمت خداوندی احیاء موتی یعنی مردوں کو زندہ کرنے میں ان کی تائید کرے تو اس وقت تک یہ ممکن نہیں ہے جبتک وہ لوگ احسان کی تکمیل نہ کرلیں۔ اب ہم اصل صورت واقعہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ — اور وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً ط قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا ط قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ ۶۷

سے کہا اللہ تم سے فرماتا ہے کہ ایک گائے حلال کرو۔ وہ لگے کہنے کیا تم ہم سے ٹھٹا کرتے ہو موسیٰ نے کہا خدا مجھ کو اپنی پناہ میں رکھے کہ میں ایسا نادان بنوں۔

حضرت موسیٰؑ یہ صاف اور سیدھے الفاظ میں بلا کسی ہیچ پانچ کے پیش کیا لیکن گائے کا ذبح کرنا مصر والوں کے لئے بہت سخت اور دشوار تھا۔ جس طرح ہندوستان کے ہندوؤں کے لئے سخت اور دشوار ہے۔ کیونکہ مصر کے باشندے عموماً کھیتی اور باغات کیا کرتے تھے۔ اور کھیتی اور باغبانی کے لئے گائے کو بہت بڑا دخل ہے۔ اس لئے گائے کی حفاظت بہت اہم سمجھتے تھے۔ اس حفاظت میں ان لوگوں نے اتنا غلو کرلیا کہ اس کی تقدیس کرنے لگ گئے۔ اور بنی اسرائیل کی حالت مصریوں کے نزدیک ایسی تھی کہ مصریوں کی عادات واطوار اور رسوم کی پیروی ان کے لئے لازم تھی اور بنی اسرائیل ان کے عادات و رسوم سے بہت متاثر تھے اس لئے گائے کا ذبح کرنا ان کے نزدیک بھی ایک امر منکر تھا۔ جب حضرت موسیٰؑ نے ان کو کہا:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا ط قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ ۶۷

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو تو وہ کہنے لگے تم ہمارا ٹھٹھا کرتے ہو۔ موسیٰؑ نے کہا میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ایسے جاہلوں میں بنوں۔

یعنی یہ امر و حکم ایزدی اور مزاق نہیں ہے بلکہ خداوندی حکم ہے جس کا امتثال تمہارے لئے حتمی اور ضروری ہے۔

قولہ تعالیٰ

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا ھِیَ ط قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِکْرٌ ط عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِکَ ط فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۶۸

خدا کا فرمان!

وہ بولے اپنے پروردگار سے ہمارے لیے درخواست کرو کہ گائے کیسی ہو؟ موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا۔ دونوں میں بیچ کی پس تم کو جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو وہ بولے

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ط قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ لا فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ۶۹ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ لا إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا ط وَإِنَّا إِن شَآءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۷۰ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ج مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ط قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ط فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۷۱

اپنے پروردگار سے ہمارے لئے درخواست کرو ہم کو اچھی طرح سمجھادے کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے ہو اور اس کا رنگ خوب گہرا ہو۔ کہ دیکھنے والوں کو بھلی لگے وہ بولے اپنے پروردگار سے ہمارے لئے درخواست کرو کہ ہم کو خوب اچھی طرح سمجھادے کہ وہ اور کیا کیا صفتیں رکھتی ہو، ہم کو تو اس رنگ کی گائیں ایک ہی طرح کی دکھائی دیتی ہیں۔ کون سی لیں کونسی نہ لیں اور اب کی خدا نے چاہا تو ہم ضرور اس کا ٹھیک پتہ لگالیں گے موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے وہ گائے ہو نہ تو کبری کی زمین جوتتی ہو اور کھیتی کو پانی دیتی ہو۔ صحیح وسالم ایک رنگ اس میں کسی قسم کا داغ نہ ہو وہ بولے ہاں اب تم ٹھیک پتہ لائے ہو غرض انھوں نے گائے حلال کی اور ان سے توقع نہ تھی کہ کریں۔

اسی طرح اسی کیفیت سے ان میں کلام فہم امر ھدی میں جاری رہا حتیٰ کہ تمام کی توجہ ذبح ''بقرہ'' کی طرف مرکوز ہوگئی۔ سب نے مل کر امر خداوندی کی بخوشی اطاعت کی اور ''بقرہ'' کو ذبح کیا تو اس بارے میں تجلی الٰہی کا فیصلہ اترا۔

بنی اسرائیل میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ان میں سے کسی نے کسی آدمی کو قتل کر دیا جس کا قاتل وہ پہچان نہ سکے قاتل کا پتہ لگنا دشوار تھا۔ تو ان لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کے سامنے واقعہ کو پیش کیا تو خدا نے فرمایا:

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَءْتُمْ فِيهَا ط وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۷۲ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ط كَذَٰلِكَ يُحْيِ اللَّهُ

اے بنی اسرائیل جب تم نے ایک شخص مار ڈالا اور لگے اس بارے میں جھگڑنے کوئی کسی کو قاتل بتاتا ہے کوئی کسی کو اور جو تم چھپاتے تھے اللہ اس کا پردہ فاش کرنا چاہتا تھا پس ہم نے کہا گائے کے گوشت

الْمَوْتٰى ۙ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۷۳

کا کوئی ٹکڑا مردے کی لاش کو چھوا دو اسی طرح اللہ قیامت میں مردوں کو جلائے گا۔ اور وہ دنیا میں تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو کہ قیامت ہونا برحق ہے

اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ ۷۳

اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرے گا۔

تعلیم نبی موتی کو زندہ کرتی ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۷۳

تاکہ تم سمجھو کہ

یعنی تم طریق استمداد و رحمت خداوندی سمجھ لو وہ یہ کہ طاعت خداوندی تمہارا اجتماع جسم واحد کی طرح ہو پس قوم میں قوۃ وحدۃ اجتماع ایسی نہیں ہے کہ کسی طرح امتوں کے لئے قوانین وضع کئے جائیں؛ حضرت موسیٰؑ نے حصول قوت کا طریقہ تبلایا۔ جس کے ذریعے تمام امتوں اور قوموں میں حکم کا نفاذ ہو سکتا ہے ———— یہاں واقعہ کا قصہ ختم ہوا جیسا کہ ہم سیاق آیت سے سمجھ سکے ہیں۔

قولہ تعالیٰ

خدا کا فرمان!

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۷۴

پھر اس کے بعد تمہارے دل ایسے سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہیں بلکہ اس سے بھی سخت تر، اور پتھروں میں تو بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی بھرتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل نے پوری طرح قوت، احسان کو کھو دیا تھا۔ احسان میں سے کوئی چیز باقی نہیں رکھی تھی۔

نیز تینی۳ علامتیں ہیں کہ قوم میں احسان پوری طرح ممکن ہے یا نہیں معلوم ہوسکے۔
اوّل: یہ کہ ان میں سے کوئی ایک آدمی کھڑا ہوجائے جو ایسا قانون وضع کرے کہ تمام امتوں کے سامنے پیش کیا جاسکے۔

دوم: یہ کہ ان کا کوئی ایسا ایک آدمی کھڑا ہوجائے جو کسی خاص قوم کے لئے قانون وضع کرے۔ اور اس کی مثال پیاسوں کو پانی پلانے کی ہے۔

سوم: یہ کہ ایک ذکی اللہ کے حضور میں سجدہ کرے۔ اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی سجدہ کریں۔ اور یہ آیات الٰہی کو دیکھئے۔

تو جو امت و قوم ان صفات ثلاثہ مفقود کردیتی ہیں۔ سمجھنا چاہیئے کہ ان کے قلوب اشد قسوة من الحجارہ ہیں یعنی ان کے قلوب پتھر سے زیادہ سخت ہیں۔

بقیہ: صفحہ ۴۰ سے آگے

۷ محترمی مولانا اکرام حسین سیکری اپنے ایک مقالہ میں مولانا دین محمد ادیب سے اپنی ایک ملاقات اور گفتگو کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"جب مجھے یہ معلوم ہوکر بڑی حیرت اور تعجب ہوا کہ آپ نے تن تنہا مثنوی مولانا روم جیسی بڑی کتاب کا مکمل طور پر سندھی میں منظوم ترجمہ کردیا ہے"۔

ان کے (مولانا ادیب کے) چہرے پر مسرت کے آثار پیدا ہوگئے انہوں نے والہانہ محبت اور خلوص کے ساتھ کہا:

"یہ سب کچھ میرے پیر طریقت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی دعاؤں کی برکت سے ہے"۔

پھر انہوں نے اپنے پیر و مرشد کے بارے میں محبت بھرے انداز میں کہا کہ:

"ان کو اپنے شیخ سے بے پناہ محبت تھی"۔

(الولی دسمبر ۷۶ء سے جنوری ۷۷ء ص ۲۵، ۲۶)